ترکیب بند

موسوم بہ

شکوۂ ہند

معہ

قصیدۂ الغیاثیہ۔ مسدس کانفرنس دہلی۔ نظم موسوم بہ نوکروں پر سختی گیری کرنیکا انجام

مصنفہ

جناب مولوی الطاف حسین صاحب حالی پانی پتی

مصنف کی اجازت سے ڈپوٹی ٹریڈنگ پو مدرسۃ العلوم نے

محمدن پریس علی گڑھ میں طبع کرایا

دفعہ اول ۱۲۵۰ سنہ ۱۸۹۵ء قیمت فی جلد ۲/۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شکوہ ہند

بند اوّل

رخصت اے ہندوستاں اے بوستان بےخزاں — رہ چکے تیرے بہت دن ہم بدیسی میہماں
آج گو شکوؤں سے ہیں لبریز ہم اے خاک ہند — ہیں مگر احسان اگلے تیرے سب خاطر نشاں
تو نے بیگانوں کی خاطر کی یگانوں سے سوا — میہماں سمجھے پر بنایا تو نے ہمکو میزباں
تیرے باغوں کی فضاؤں نے دیے دل سے بھلا — شعب بوان و سمرقند و دمشق و صفہاں
یاد کچھ جیحوں کا ہمکو نہ دجلہ اور فرات — تیرے گنگا جل نے ہم سے ترک کیے کام و زباں
تیری کاشی کی کشش نے کر دیے ہم سے جدا — یثرب و بطحا و صنعا و زبید و نجراں
تیرے ذوق نیشکر نے کر دیے سب دل سے محو — بصرہ و طائف کے نارستاں و خرماستاں
فصل گل میں دیکھ کر جوبن مہابن کا ترے — مرو اور شیراز کے بھولے چمن اور گلستاں
تیرے سرجیون پہاڑوں نے دیا جی سے اتار — نہر رکنی اور گلگشت مصلّے کا سماں

دعوتیں ہو لیں سمرقندی و شیرازی تمام　　اسقدر الوان نعمت کے لگائے تونے خوان

نقش ہیں دل پر ہمارے سب ادائیں تیری
ہم نہ بھولیں گے کبھی دن تیرے راتیں تیری

بند دوم

تھی ہماری قوم و ملت رسم و عادت سب جدا　　رشتہ و پیوند کوئی ہم میں اور تجھ میں نہ تھا
بول چال اپنی الگ تھی اور زباں تیری الگ　　تجھسے ہم تھے اجنبی اور ہمسے تو نا آشنا
ہم میں اے ہندوستاں گو بڑی جنسیت نہ تھی　　تونے لیکن اپنی آنکھوں پر لیا ہمکو بٹھا
تونے سونپی مہر دولت ہمکو اور طبل و نشاں　　تونے بخشے قصر و ایواں ہمکو اور بستاں سرا
تونے ثروت دی حکومت دی ریاست دی ہمیں　　شکر کس کس مہربانی کا کریں تیری ادا
نبھ سکیں لیکن نہ آخر تک یہ خاطر داریاں　　جو دیا تھا تونے وہ آخر کو سب رکھوا لیا
خیر اپنے مال کا تو ہر طرح تھا اختیار　　جس سے چاہا لے لیا اور جسکو چاہا دیدیا
کھینچ لیں اپنی اگر سیدم اٹھکے گدی سے زباں　　بھولکر بھی گر زباں پر اس کا آجائے گلا
پر گلا یہ ہے کہ جو کچھ اپنا ہم لائے تھے ساتھ　　وہ بھی تونے ہم سے لیکر کر دیا بالکل گدا
آدمیت کے تھے جوہر جو ہماری ذات میں　　خاک میں اے کشور ہند سب تونے ملا

یاد ہوگا تجھکو یہاں آئے تھے ہم کس شان سے
تجھکو سوگند اپنے ست جگ کی بتا ایمان سے

بند سوم

ترکمانی صولت اور مغلی جلادت ہم میں تھی
عزم کردی ہم میں تھا یدوی حمیت ہم میں تھی

ہاشمی آداب و عباسی فضائل ہم میں تھے
نطق اعرابی و عدنانی فصاحت ہم میں تھی

ضرب کراری و حرب خالدی رکھتے تھے ہم
سطوت حمزی و فاروقی جلالت ہم میں تھی

عرق غیرت تھی دلیل اپنی شرافت کی نہال
جھیلتی ہے جس سے دولت وہ شرافت ہم میں تھی

آج خاور تھا مقام اپنا توکل تھا بخت سر
عیش و عشرت کی نہ فرصت تھی نہ عادت ہم میں تھی

ننگ تھا ہمکو مشقت سے نہ مزدوری سے عار
جو بزرگی تھی مشقت کے بدولت ہم میں تھی

ہم شتربانی سے پہنچے تھے جہانبانی تلک
اس لیے باقی شتربانوں کی خصلت ہم میں تھی

جو نشان اقبال مندی کے ہیں سب وہ ہم میں تھے
حب دینی ہم میں تھا قومی مودت ہم میں تھی

گھر ہمارے اور ہم سب وقف مہمانوں پہ تھے
نیز بلی مہمان نوازی و ضیافت ہم میں تھی

چھوٹے واقف نہ تھے ہم تیری ای ہندوستاں
احمدی اخلاق و اسلامی اخوت ہم میں تھی

چھین لی سب ہم سے یاں شان عرب آن عجم
تو نے اسے غارت گر اقوام و اکال الامم

بند چہارم

آ رہے تھے اے ہند یہاں ایسے ہی ہم زار و نزار
ہے عرب کو جنسے ننگ اور ہے عجم کو جن سے عار

ہم انہیں اسلاف کے معلوم ہوتے ہیں خلف
جن کی تھی محکوم نسل رستم و اسفندیار

ہم انہیں باپوں کے بیٹے تجکو آتے ہیں نظر
جن کی جولانگاہ تھی تاتار سے تا زنجبار

ہیں ہمیں لے آریاورت ان سواروں کے سپوت
جنکی دوڑوں سے ہیں واقف تیرے دشت اور کہسار

ہم سدا سے خاکسار ایسے ہی تھے اے خاک ہند
اڑتی پھرتی تھی زمانے میں یہی مشت غبار

تھیں یہی شکلیں ہماری تھا یہی رنگ اور روپ
تھی یہی سیرت ہماری تھا یہی اپنا شعار

گر سلف دیکھیں ہمارے زندہ ہو کر اب ہمیں
آئے نسبت اور قرابت سے ہماری انکو عار

سیرتیں تو نے بدل دیں مسخ کر دیں صورتیں
آبرو تو نے ڈبو دی کھو دیا تو نے وقار

کر دیا شیروں کو تو نے گوسفند اے خاک ہند
جو شکار افگن تھے آ کر ہو گئے یہاں خود شکار

نکبتیں یہ سب جبھی سے ہمکو آتی تھیں نظر
آئے تھے یہاں جب کہ اپنا چھوڑ کر ملک و دیار

تھا یقیں ہمکو کہ شامت رفتہ رفتہ آئیگی
ہمکو تو اے خاک ہند آخر یونہیں کھا جائیگی

بند پنجم

دیکھتے ہیں اب یہی آنکھوں سے صبح و شام ہم
جو مدارا توں کا سمجھے تھے تری انجام ہم

توڑ ڈالے جلد تو نے عہد اور پیمان سب
بے وفا سنتے تھے سچ اے ہند تیرا نام ہم

دیر تک رہتا ہے جو مہماں نہیں رہتا عزیز
سنتے ہیں دیوار و در سے تیرے یہ پیغام ہم

عیب جو دنیا میں ہیں وہ ہم پہ تھپ جاتے ہیں سب
کیا زمانے میں ہمیشہ سے تھے یونہیں بدنام ہم

سب کو ہو جاتا ہے ناکامی کا پہلے ہی یقیں
اٹھتے ہیں کرنیکو جب ہمت کا کوئی کام ہم

تو نے دیکھا تھا کبھی اسلامیوں کا حال یہ
کیا عرب سے لیکے نکلے تھے یہی اسلام ہم

بس۔ زیادہ جینے سے اپنے کیا حاصل تجھے
پس چکے اے آسیائے گردش ایام ہم

شکوہ قسمت کا ہے جو یہاں کھینچ کر لائی ہمیں
تجکو اے ہندوستاں کس منہ سے دیں الزام ہم

پھر گئی حسد سے تیرے فوج یوناں جسطرح
کاش پھر جاتے یونہیں ہم سے تیرے ناکام ہم

رہتے قانع اپنی محنت اور مزدوری کاش
آکے یہاں پاتے نہ ذوق راحت و آرام ہم

دشمن اپنا ہو گیا سودائے مال و جاہ حیف
حرص نے طمع کی شیرونکو کیا روباہ حیف

بند ششم

وہ مسلمانوں کی ہر بازی میں سبقت کیا ہوئی
وہ حجازی کی غیرت اور کی حمیت کیا ہوئی

ہم مسلمانوں سے ہے اے ہند ننگ اسلام کو
تھا لقب خیر الامم جسکا وہ امت کیا ہوئی

ابھی کسی کی عزت افزائی سے خوش ہوتا نہیں
دل گواہی جسپہ دیتا تھا وہ عزت کیا ہوئی

دین و دولت علم و دانش ہم میں کچھ باقی نہیں
حق نے پوری کی تھی جو ہم پر وہ نعمت کیا ہوئی

ملک و مال و سلطنت اک آنی جانی چیز تھی
جو ہمیشہ رہنے والی تھی وہ دولت کیا ہوئی

قریہ قریہ تیرے علم و فضل سے معمور تھا
اب وہ اے اسلام تیری خیر و برکت کیا ہوئی

جسنے مغرب کو کیا مشرق وہ سورج کیا ہوا
جس سے گھر گھر بنگیا یونان وہ حکمت کیا ہوئی

کوہ و دریا جنکے ہوتے تھے نہ ہرگز سدّ راہ
وہ ارادے کیا ہوئے اور وہ عزیمت کیا ہوئی

کوئی مشکل ہمکو میداں سے ہٹا سکتی نہ تھی
وہ ثبات اور پائداری اور وہ ہمت کیا ہوئی

ہوگی اے ہندوستاں آمد ہماری تجھکو یاد
وہ مسلمانوں کی ہیئت اور وہ صورت کیا ہوئی

وہ بر و دوش اور وہ سینے پہلوانی کیا ہوی
وہ قد و بالا وہ چہرے ارغوانی کیا ہوئے

بند ہفتم

خصائص اہل اسلام

جب تلک اے ہندوستاں ہندی نہ کہلاتے تھے ہم ۔ کچھ ادائیں آپ میں سب سے جدا پاتے تھے ہم

غیرت و حمیت

اپنی خود کرتے تھے عزت گر نکرتا تھا کوئی ۔ سر ہر اک فرعون کے آگے نہ نہوڑاتے تھے ہم

حاجتیں ہوتی تھیں جو اپنی روا کرتے تھے آپ ۔ ہاتھ آگے میر و سلطاں کے نہ پھیلاتے تھے ہم

سمجھے اُسے نواے سلطانی سے بہتر جانتے ۔ اپنی محنت سے اگر نان جویں کھاتے تھے ہم

ہے نہ کرگس اور زغن کی طرح ہم مردار خوار ۔ تھا وہی قوت اپنا جو خود مار کر لاتے تھے ہم

تھی اولو العزمی و ہمت اپنی مفتاح ظفر ۔ چار سو راہیں معیشت کی کھلی پاتے تھے ہم

جب کبھی جس کام کی خاطر جدہر سے ہو اُٹھ گیا ۔ پھر پلٹ کر وہاں سے خالی ہاتھ کم آتے تھے ہم

جی چراتے تھے نہ مکروہات عالم سے کبھی ۔ اور خلاف چرخ دوراں سے نہ گھبراتے تھے ہم

سب تازی کی طرح تھی قوم تازی بھی غیور ۔ جب کوئی بڑھتا تھا ہے تلملا جاتے تھے ہم

ہے حمیت کو ہماری اک زمانا جانتا ۔ سرد ہو جاتے تھے سنتے سبقت گرماتے تھے ہم

حال اپنا سخت عبرتناک تو نے کر دیا
آگ سے تھے اے ہند ہمکو خاک تو نے کر دیا

بند ہشتم

خدمت مہمان و ہمسا

کھاتے کہ نعمت دل ہمارا شادماں ہوتا نہ تھا ۔ ساتھ دسترخوان پر گر میہماں ہوتا نہ تھا

کر لیتے تھے مہماں ہمارے ما حضر پر اکتفا ۔ تنگدل مہماں سے کوئی میزباں ہوتا نہ تھا

ہمکو پہنچی تھی خلیل اللہ سے خواں گستری ۔ عسرت اور تنگی میں بھی سے اپنا خواں ہوتا نہ تھا

رکھتے تھے بچوں کو بھوکا اپنے مہماں کے لیئے | خرچ سے گھر کے سوا کھانا مہماں ہوتا نہ تھا
تھا مسافر کے لیئے ایک ایک گھر مہماں سرا | ہمکو کچھ غربت میں فکر آب و ناں ہوتا نہ تھا
میہمانوں کو تھے اپنے گھر کی برکت جانتے | ٹھیرنا مہماں کا برسوں گراں ہوتا نہ تھا
جانتے تھے ہم کہ ہے اسپر خدا نا مہرباں | جو کہ ہمسائے پہ اپنے مہرباں ہوتا نہ تھا
ہم ہر اک آفت میں ہمسایوں کے رہتے تھے سپر | دشمنوں سے اپنے انکو خوف جاں ہوتا نہ تھا
چپکے چپکے حاجتیں کرتے تھے سب اُنکی روا | فقر و فاقہ اُن کا خلقت پر عیاں ہوتا نہ تھا
پیٹ بھر لیں اپنا اور ہمسایہ فاقے سے رہے | اتفاق آگے تو ایسے ہندوستاں ہوتا نہ تھا

یوں نہ مجلسوں سے کرتی تھیں آنکھیں چوریاں
تو نے اپنی سی سکھا دیں ہمکو تنہا خوریاں

بند ششم

محبت و صداقت

جس سے کرتے تھے محبت بے ریا کرتے تھے ہم | جس سے ہوتی تھی شکایت برملا کرتے تھے ہم
شکوہ ہوتا تھا تو اکثر موںہہ پہ کہدیتے تھے ہم | شکر کرتے تھے تو غیبت میں سوا کرتے تھے ہم
دوست بنجاتے تھے جسکے اُس سے کرتے تھے نباہ | عہد کرتے تھے تو عہدوں کو وفا کرتے تھے ہم
جنکے ہو جاتے تھے ساتھی اُنکا ہم دیتے تھے ساتھ | رنج و راحت میں شریک اُنکے رہا کرتے تھے ہم
کرتے تھے عسرت میں اُنکے واسطے فکر معاش | اُن کی بیماری میں تدبیر اور دوا کرتے تھے ہم
کام میں یاروں کے اپنے کام سب دیتے تھے چھوڑ | اُس میں روزے اور نمازیں تک قضا کرتے تھے ہم
یار کوئی مر کے اپنے سے بچھڑ جاتا تھا جب | یار کی اولاد پر جانیں فدا کرتے تھے ہم

سنتے تھے اپنے بڑوں کا جب نہ پیار اور التجا
اُن کی نسلوں سے وہی رسمیں ادا کرتے تھے ہم

دشمنوں کی زد میں دیتے تھے نہ آنے ہمکو دوست
ٹوک دیتے تھے ہمیں جب کچھ خطا کرتے تھے ہم

آج وہ کام آئے اپنے کل ہم اُن کے آئے کام
بار ہا باہم سلوک ایسا کیا کرتے تھے ہم

تو نے لے ہندوستاں کھو دیں کہاں وہ یاریاں
یاریاں ہم میں رہیں باقی نہ وہ غمخواریاں

بند دہم

یکرنگی و برادرانہ مساوات

تیرے سایہ سے رہے اے ہند جبتک دو ہم
اپنی یکرنگی رہی ضرب المثل بین الامم

ملگیا جو ہم میں آکر پھر نہ تھے ہم پوچھتے
روم ہے یا ترک ارمن ہے عرب ہے یا عجم

ملت بیضا نے قوموں کی مٹا دی تھی تمیز
تھے بلال و جعفر و سلماں برابر محترم

ایک رنگت میں اخوت کی تھے سب رنگے ہوئے
اسود و احمر تھے جو اسلام کے زیر علم

زنگی و خوارزمی و تاتاری و مازندرے
ایک دسترخوان پر کھاتے تھے سب ملکر بہم

گو سدا آپس میں لڑتے اور جھگڑتے تھے مگر
وقت جب پڑتا تھا آکر ایک ہو جاتے تھے ہم

فرق رکھا تھا کہ و مہ میں نہ کچھ اسلام نے
تھے برابر نفقہ و کسوت میں آقا و خدم

حق خلیفہ کا تھا اُس میں رعیت سے سوا
جمع بیت المال میں ہوتی تھی جو اگر رقم

ٹوک دیتا تھا سر دربار بڑھ کر اک غلام
گر کہیں بے راہ اٹھہ جاتا تھا حاکم کا قدم

شوکت دیں کے سوا شوکت نہ تھی کوئی پسند
ملک جم لیکر نہ پاس آتا تھا اپنے کبر جم

صحبتوں میں تیجہ و سند کا آئیں کچھ نہ تھا

مجلسوں میں امتیاز صدر و پائیں کچھ نہ تھا

بند یازدہم

راستی و صدق عہد

راستبازی میں ہماری لوگ دیتے تھے نظیر — فرد تھے پاس سخن میں قوم کے برنا و پیر
دوست دشمن کو ہمارے قول پر تھا اعتماد — دے چکے جب ہم زباں پھر تھی وہ پتھر کی لکیر
تھے ثقہ بھی ہم میں بد اطوار بھی اوباش بھی — تھا سخن کا اپنے لیکن پاس سبکو ناگزیر
کوئی بدعہدی سے بڑھکر تھا نہ عیب انکے لئے — حق جنہیں کرتا تھا ہم میں وارث تاج و سریر
جیسے رہزن اور لٹیرے تھے ہمارے راستباز — پاسبانوں میں نہیں پاتے ہم آج انکی نظیر
دل میں کچھ ہو اور زباں پر کچھ یہ خاصیت نہ تھی — خاک میں اس سرزمیں کی جس سے تھا اپنا خمیر
جنگ تھی تو برملا تھی صلح تھی تو بے ریا — ہمکو زہر آتا نہ تھا دینا بناکر جام شیر
مونہ سے جو کہہ بیٹھتے تھے کر دکھاتے تھے وہی — ہے گرجکر برستا جس طرح ابر مطیر
چھاؤں میں ہم جاکے تلواروں کی کھاتے تھے حق — غالب آتا تھا نہ ہمپر خوف سلطان و امیر
پر بنایا جب سے ہمنے ملجا و ماوی تجھے — راستبازی ہو گئی اے ہند ہمسے گوشہ گیر

کر دیئے تو نے تمام اسلام کے ارکان سست
ہو گئے بودے ہمارے عہد اور پیمان سست

بند دوازدہم

وفور علم و حکمت

شرق سے تا غرب جب عالم میں تھا قحط الرجال — تھی ہماری قوم میں ارزانی اہل کمال
علم و حکمت نے ہماری آ کر لی تھی پناہ — روم اور یونان پر جب چھا گیا جہل و ضلال

جاہلوں کا تہا ہماری قوم میں گھاٹا یونہیں | جیسے اب لکھے پڑہے ملتے ہیں ہم میں خال خال
منع۔ استدلال۔ یا توجیہ۔ یا تحقیق حق | تھی یہی کثرت ہماری مجلسوں میں قیل و قال
ترک میں وحشت ہی تھی اور نہ جہل اعراب میں | دین بیضا نے دیا تہا آکے کانٹا سا نکال
علم بھی جاتا تھا۔ جاتے تھے جہاں ہم ساتھ تہا | علم نے اسلام سے باندھا تہا پیمان وصال
سیم و زر کم چھوڑ کر جاتے تھے ہم میراث میں | تھی کتاب اپنی بضاعت اور ادب تھا اپنا مال
خلق کرتی تھی ہماری ریس۔ رسم و راہ میں | کردیا تھا علم نے سب کے لیئے ہمکو مثال
آج جس علم و ہنر سے ہے چراغاں بزم دہر | ہمنے بنیاد اس کی دی تھی پیشتر دنیا میں ڈال
تہی ہماری دولت ای ہندوستاں فضل و ہنر | آگیا تیری بدولت اپنی دولت کو زوال !

ہمکو ہر جوہر سے یوں بالکل معرا کردیا
تو نے اے آب ہوائے ہند یہ کیا کردیا

بند سیزدہم

ہمنے یہ مانا کہ جب گلشن میں ہو فصل خزاں | بے محل ہے چھیڑنی وہاں عہد گل داستاں
ہو خلف پر ابر جب چھایا ہوا ادبار کا ؟ | پھر سلف کی شان و شوکت کیجیے کس منہ سے بیاں
ہیں یہ باتیں بھول جانے کی مگر کیونکر کوئی | بھول جائے رات کا جب صبح ہوتی ہی سماں
بزم کو برہم ہوئے مدت نہیں گذری بہت | اٹھ رہا ہے گل سے شمع بزم کے اب تک دھواں
کہہ رہی ہیں نقش پائے رہرواں اے خاک ہند | یہاں سے گذرا ہے ابھی اک باتجمل کارواں
گو یقیں ہے رفتہ رفتہ یاد ایام سلف | دل سے چھوٹے گی مٹا کر گردش دور زماں

بھول جائینگے کہ تھے کن ڈالیوں کے ہم ثمر
لوٹ کر آئے کہاں سے اور بکے آکر کہاں

پر زمانے میں رہیں گے تا قیامت یادگار
جو کیے برتاؤ تو نے ہم سے اے ہندوستاں

ماجرا ہوگا ہمارا عبرت اوروں کے لیئے
چیت جائیں گے بہت سنکر ہماری داستاں

سانپ سے جس طرح رہتا ہے سپیرا دور دور
حکمراں تیرے یونہیں بچتے رہینگے برکراں

برکتیں یہاں چھوڑ کر ہم اپنی جائیں گے بہت
ہم نہوں گے پر نصیحت ہم سے پائیں گے بہت

عرض حال

بجناب سرور کائنات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تیری آکے عجب وقت پڑا ہے

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

جس دین کے مدعو تھے کبھی سیزر و کسریٰ
خود آج وہ مہمان سرای فقرا ہے

وہ دین - ہوئی بزم جہاں جس سے چراغاں
اب اسکی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے

جو دین کہ تھا شرک سے عالم کا نگہباں
اب اُسکا نگہبان اگر ہے تو خدا ہے

جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے
اُس دین میں خود تفرقہ اب آکے پڑا ہے

جس دین نے تھے غیروں کے دل آکے ملائے
اُس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جدا ہے

جو دین کہ ہمدردِ بنی نوعِ بشر تھا
اب جنگ و جدل چار طرف اُس میں بپا ہے

جس دین کا تھا فقر بھی اکسیرِ غنا بھی
اُس دین میں اب فقر ہے باقی نہ غنا ہے

جو دین کہ گودوں میں پلا تھا حکما کے
وہ عرضۂ تیغِ جہلا و سفہا ہے

جس دین کی حجت سے سب ادیان تھے مغلوب
اب معترض اُس دین پہ ہر ہرزہ درا ہے

ہے دین ترا اب بھی وہی چشمۂ صافی
دینداروں میں پر آب ہے باقی نہ صفا ہے

عالم ہے سو بے عقل ہے جاہل ہے سو وحشی
منعم ہے سو مغرور ہے مفلس سو گدا ہے

یہاں راگ ہے دن رات تو واں رنگ شب و روز
یہ مجلسِ اعیاں ہے وہ بزمِ شرفا ہے

چھوٹوں میں اطاعت ہے نہ شفقت ہے بڑوں میں
پیاروں میں محبت ہے نہ یاروں میں وفا ہے

دولت ہے نہ عزت نہ فضیلت نہ ہنر ہے
اِک دین ہے باقی سو وہ بے برگ و نوا ہے

ہے دین کی دولت سے بہا علم سے رونق
بے دولت و علم اُس میں نہ رونق نہ بہا ہے

شاہد ہے اگر دین تو علم اُس کا ہے زیور
زیور ہے اگر علم تو مال اُس کی جلا ہے

جس قوم میں اور دین میں ہو علم نہ دولت
اُس قوم کی اور دین کی پانی پہ بنا ہے

گو قوم میں تیری نہیں اب کوئی بڑائی
پر نام تری قوم کا یاں اب بھی بڑا ہے

ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر
مدت سے اسے دورِ زماں میٹ رہا ہے

جس قصر کا تھا سر بفلک گنبد اقبال ادبار کی اب گونج رہی اُسمیں صدا ہے
بیڑا تھا نہ جو بادِ مخالف سے خبردار جو چلتی ہے اب چلتی خلاف اُسکے ہوا ہے
وہ روشنی بام و درِ کشورِ اسلام یاد آج تلک جسکی زمانے کو ضیا ہے
روشن نظر آتا نہیں واں کوئی چراغ آج بجھنے کو ہے اب گر کوئی بجھنے سے بچا ہے
عشرت کدے آباد تھے جس قوم کے ہر سو اس قوم کا ایک ایک گھر اب بزمِ عزا ہے
چاوش تھے للکارتے جن رہگزروں میں دن رات بلند اُن میں فقیروں کی صدا ہے
وہ قوم کہ آفاق میں جو سر بفلک تھی وہ یاد میں اسلاف کے اب وبقفا ہے
جو قوم کہ مالک تھی علوم اور حِکَم کی اب علم کا واں نام نہ حکمت کا پتا ہے
کھوج اُن کے کمالات کا لگتا ہے اب اتنا گم دشت میں اک قافلہ بے طبل و درا ہے
بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکم قضا ہے
تھی آس تو تھا خوف بھی ہمراہ رجا کے اب خوف ہے ہمت سے دلوں میں نہ رجا ہے
جو کچھ ہیں وہ سب اپنے ہی ہاتوں کے ہیں کرتوت شکوہ ہے زمانے کا نہ قسمت کا گلا ہے
دیکھے ہیں یہ دن اپنی ہی غفلت کی بدولت سچ ہے کہ بُرے کام کا انجام بُرا ہے
کی زیب بدن سب نے ہے پوشاک کتاں کی اور برف میں ڈوبی ہوئی کشور کی ہوا ہے
درکار ہے یہاں معرکہ میں جوشن و خفتاں اور دوش پہ یاروں کے وہی کہنہ ردا ہے
دریائے پُر آشوب ہے اک راہ میں حائل اور بیٹھ کے گھڑنا و پہ یہاں قصدِ شنا ہے
ملتی نہیں اک بوند بھی پانی کی جہاں مفت وھاں قافلہ سب گھر سے تہیدست چلا ہے

یہاں نکلے ہیں سودے کو درم لیکے پرانے
اور سکہ رواں شہر میں مدت سے نیا ہے

فریاد ہے اے کشتیِ امت کے نگہباں
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

اے چشمۂ رحمت بابی انت و امی
دنیا پہ ترا لطف سدا عام رہا ہے

جس قوم نے گھر اور وطن تجھسے چھڑایا
جب تو نے کیا نیک سلوک اُنسے کیا ہے

صدمہ دُرِ دنداں کو ترے جن سے کہ پہنچا
کی اُن کے لیئے تو نے بھلائی کی دعا ہے

کی تو نے خطا عفو ہے اُن کینہ کشوں کی
کھانے میں جنہوں نے کہ تجھے زہر دیا ہے

سو بار ترا دیکھ کے عفو اور ترحم
ہر باغی و سرکش کا سر آخر کو جھکا ہے

جو بے ادبی کرتے تھے اشعار میں تیری
منقول اُنہیں سے تری پھر مدح و ثنا ہے

برتاؤ ترے جبکہ یہ اعدا سے ہیں اپنے
اعدا سے غلاموں کو کچھ اُمید سوا ہے

کر حق سے دعا اُمت مرحوم کے حق میں
خطروں میں بہت جسکا جہاز آکے گھرا ہے

اُمت میں تری نیک بھی ہیں بد بھی ہیں لیکن
دلدادہ ترا ایک سے ایک ان میں سوا ہے

ایماں جسے کہتے ہیں عقیدہ میں ہمارے
وہ تیری محبت تری عترت کی ولا ہے

ہر چپقلش دہر مخالف میں تیرا نام
ہتھیار جوانوں کا ہے پیروں کا عصا ہے

جو خاک ترے در پہ ہے جاروب سے اُڑتی
وہ خاک ہمارے لیئے دارو ہی شفا ہے

جو شہر ہوا تیری ولادت سے مشرف
اب تک وہی قبلہ تیری اُمت کا رہا ہے

جس ملک نے پائی تری ہجرت سے سعادت
کعبے سے کشش اُس کی ہر اک دل میں سوا ہے

کل دیکھئیے پیش آئے غلاموں کو ترے کیا
اب تک تو ترے نام پہ اک ایک فدا ہے

ہم نیک ہیں یا بد ہیں پھر آخر ہیں تمہارے | نسبت بہت اچھی ہے اگر حال برا ہے
گر بد ہیں تو حق اپنا ہے کچھ تجھ پہ زیادہ | اخبار میں الطالح لی ہم نے سنا ہے
تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی | ہاں ایک دعا تیری کہ مقبول خدا ہے
خود جاہ کے طالب ہیں نہ عزت کے ہیں خواہاں | پر فکر ترے دین کے عزت کا سدا ہے
گر دین کو جوکھوں نہیں ذلت سے ہماری | اُمت تری ہر حال میں راضی برضا ہے
عزت کی بہت دیکھ لیں دنیا میں بہاریں | اب دیکھ لیں یہ بھی کہ جو ذلت میں مزا ہے
ہاں حالی گستاخ نہ بڑھ حد ادب سے | باتوں سے ٹپکتا تری اب صاف گلا ہے
ہے یہ بھی خبر تجھکو کہ ہے کون مخاطب | یہاں جنبش لب خارج از آہنگ خطا ہے

تمام شد

ترکیب بند مرتبہ سنہ ۱۸۹۲ء مطابق سنہ ۱۳۱۰ھ

جو محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے ساتویں اجلاس میں بمقام دہلی پڑھا گیا

یہ خاک کہ آج جس پر ہیں جمع اہل آرا | یہاں ہو چکے کرشمے کیا کیا ہیں آشکارا
اس باغ میں بہاریں جو جو گذر چکی ہیں | آنکھوں کے روبرو ہے گویا سماں وہ سارا
کل جشن فتح تھا یہاں ہے آج جشن شادی | ہر دم عروج پر ہے اسلام کا ستارا
بلبن کے گھر آج مہماں خاقاں ہیں اور سلاطیں | مضطر ہے کہ دلی بلبن ہے یا کہ دارا

فیروز شاہ کی ہے کل سے ٹھٹھے آمد آمد
دولھا بنا ہوا ہے تزئین سے شہر سارا

تغلق کا آج لشکر تیمور کے مقابل
بہر مدافعت ہے میداں میں صف آرا

مغلوں کے آڑ رہے ہیں کل جشن فتح و نصرت
تیمور سے زمانہ ہے برسر مدارا

آتا ہے آج بابر لودی پہ فتح پاکر
ہیں شوق شاہ نو میں پیر و جوان خود آرا

کل سوریوں میں ہر سو بجتے ہیں شادیانے
مغلوں کا آرہا ہے گردش میں کچھ ستارا

ہے جشن فتح پھر آج چغتائیوں میں برپا
اقبال لے رہا ہے گویا مغلوں سے قول ہارا

جس دھوم سے ہے گھر گھر جشن جلوس اکبر
ہے گرد اس کے آگے جشن قباد و دارا

شاہ جہاں خوشی سے پھولا نہیں سماتا
تعمیر ہو چکے ہیں شہر و فصیل و بارا

تیاری اس خوشی میں جشن عظیم کی ہے
گویا کہ ہے جہاں میں جشن سدہ[1] دوبارا

اطراف ہند سے ہیں اعیان ملک آئے
پاکر حضور شہ سے سب جشن کا اشارا

ارکان سلطنت ہیں سب پائے تخت حاضر
بالائے تخت طاؤس ہے شاہ جلوہ آرا

وہ جشن کرنے والے گو خاک میں نہاں ہیں
پر جشن ان کے اب تک سب زیب داستاں ہیں

اے خاک پاک دہلی اے تخت گاہ شاہاں
پیش نظر ہیں تیرے سب اگلے ساز و ساماں

ہنگامے اس نے ہیں پر لاکھوں ہیں گرم ہر سو
پر کوئی جشن قومی آتا نہیں نظر یہاں

---

[1] سدہ آگ کو کہتے ہیں جشن سدہ وہ جشن ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ دنیا میں سب سے اول جمشید نے پتھر میں سے آگ نکلنے کی خوشی میں بڑی دھوم سے ایران میں کیا تھا۔،،

تقریبِ جشن جس میں ہو کچھ نہ جز اخوّت
ملکوں سے جمع آکر جس میں ہوئے ہوں اخواں

پائین و صدر کا ہو جس میں نہ کچھ تفاوت
خرد و بزرگ کی ہو جس میں نشست یکساں

جن کو نہ ہو بلاوا حاکم کا اور نہ قدغن
لایا ہو کھینچکر دل اُنکو نہ حکم سلطاں

خادم ہوں جسقدر وہاں مخدوم قوم کے ہوں
مخدوم جتنے ہوں وہاں سب قوم پہ ہوں قرباں

خاطر کسی سے چاہے کوئی نہ وہاں تواضع
ہوں خود ہی میزباں وہ اور خود ہی ہوں وہ مہماں

ٹھیرائیں جس کو چاہیں وہ آپ میر مجلس
چاہیں جنہیں بنائیں وہ آپ میر ساماں

آئے ہوں اس غرض سے سب ملکے تا کہ سوچیں
دنیا میں کس طرح ہوں سرسبز پھر مسلماں

ہندوستاں میں کیونکر باقی رہے نشانی
اُس قوم کی کہ تھا کل جن کے وہ زیر فرماں

نکلیں تو کیونکہ نکلیں ذلت سے وہ گھرانے
اعزاز نے تھا باندھا جن کے بڑوں سے پیماں

اُن مدرسوں کا کیونکر جاری رہے افاضہ
جن کے سبب ہی زندہ نام حدیث و قرآں

جو مسجدیں ہیں بہر ذکر خدائے واحد
محفوظ حادثوں سے کیونکر ہوں اُنکے ارکاں

جو کچھ ہے بھائیوں کی تقدیر میں وہ سر پر
اپنی طرف سے لیکن ہے سعی فرض انساں

اے شہ نشین اسلام اے معدن سلاطیں
اے پائے تخت سادات اے فخر ملک مغلاں

تو جشن گاہ شاہاں ہر عہد میں رہا ہے
ایسا بھی جشن کوئی تجھ میں کبھی ہوا ہے

شاہوں کے جشن تھے وہ یہ جشن قوم کا ہے
شوکت میں وہ بڑے تھے عظمت میں یہ بڑا ہے

دولت کے تھے وہ جلوے ملت کا ہے یہ نقشہ
کاغذ کی تھیں وہ ناویں بیڑا یہ نوح کا ہے

بے روح تھے وہ قالب ہے نہیں روح خویشی
موج سراب تھی وہ یہ چشمۂ بقا ہے

سیملے نہ وہ بچھڑتے روح اُن میں گر یہ ہولی
رہتا ہے آندھیوں میں روشن یہ وہ دیا ہے

وہ دن گئے کہ نازاں تھی قوم سلطنت پہ
اب تو تم کو خدا کا یا اپنا آسرا ہے

بس سلطنت یہی ہے مل بیٹھنا ہمارا
یہ چھت نہ سمجھو سر پر یہ سایۂ ہما ہے

گم گشتہ بخت جسکو پھرتے ہیں ڈھونڈتے ہم
لگتا ہے کچھ تو اُسکا لگتا نہیں پتا ہے

وہ مشکلیں کرینگے اب حل ہمیں تمہیں کچھ
جن مشکلوں کا ہمکو اور تمکو سامنا ہے

ہم ہیں اگر مخالف کچھ سر ہوں اس انجمن کے
معذور ہیں وہ اُن سے شکوہ نہ کچھ گلا ہے

فوج کمک کو اکثر سمجھا ہے فوج دشمن
حملہ کمک پہ اپنی اپنوں نے خود کیا ہے

نادم ہوئے ہیں لیکن روشن ہوا ہے جب دن
انساں سے یہ ہمیشہ ہوتی رہی خطا ہے

قدر ایسی مجلسوں کی مدت میں ہوگی ہمکو
اب تک ضرورتوں نے مضطر نہیں کیا ہے

ہوتی ہے قدر ان کی بنتی ہے جان پر جب
لاتے ہیں تب نیا وہ جب بیڑا ڈوبتا ہے

گو سب جہاز والے خطرے سے بیخبر ہیں
پر رنگ ناخدا کا کچھ فق سا ہو رہا ہے

آفات بحر سے ہیں ناواقف آشنا سب
ہنستے ہیں ناخدا پر روتا ہے ناخدا جب

گلشن میں فصل گل کے سب چکے نشاں ہیں
پر چین سے عنادل گلشن میں نغمہ خواں ہیں

طاؤس و کبک خوش خوش گلشن میں ہیں خراماں
اور بیٹھے ہاتھ ملتے گلچین و باغباں ہیں

غفلت کی چھا رہی ہے کچھ قوم پر گھٹا سی
بے فکر و بے خبر ہیں بوڑھے ہیں یا جواں ہیں

اتراتے ہیں سلف پر اور آپ ناخلف ہیں
رستہ کدھر ہے انکا اور جا رہے کہاں ہیں

فضل و کمال اُن کے کچھ تم میں ہیں تو جانیں
گر یہ نہیں تو بابا وہ سب کہانیاں ہیں

کھیتوں کو دے لو پانی اب بہ رہی ہے گنگا
کچھ کر لو نوجوانو اُٹھتی جوانیاں ہیں

تم سے تھے تو تھا مو عزت کو قوم کی کچھ
سپنے تو قافلے سب پا در رکاب یاں ہیں

اک خضر رہ نے رستہ سیدھا بتا دیا ہے
رستے پہ دیکھیں چلتے اب کتنے کارواں ہیں

خدمت میں اُنکی حالی کہتا ہے یہ ادب سے
اسوقت رونق افزا یہاں جتنے مہرباں ہیں

دنیا میں گر ہے رہنا تو آپ کو سنبھالو
ورنہ بگڑنے کے یہاں آثار سب عیاں ہیں

عرصہ ہوا کہ ہمکو آنکھیں دکھا رہے ہیں
قدرت کے قاعدے جو دنیا پہ حکمراں ہیں

جو اپنے ضعف کا کچھ کرتے نہیں تدارک
قومیں وہ چند روزہ دنیا میں میہماں ہیں

گھڑیاں اور مگرمچھ ہیں اُن کو نگلے جاتے
دریا میں مچھلیاں جو کمزور و ناتواں ہیں

سنبھلو۔ وگرنہ رہنا یہاں اس طرح پڑیگا
بھیل اور گونڈ جیسے گمنام و بے نشاں ہیں

یہ غفلتیں مبادا اب روز بد دکھائیں
دھندلے سے کچھ نشاں ہیں ڈر ہے کہ مٹ نہ جائیں

نوکروں پر سخت گیری کرنیکا انجام

ایک آقا تہا ہمیشہ نوکروں پر سخت گیر
درگذر تھی اور نہ ساتھ اُنکے رعایت تھی کہیں
سب بے سزا کوئی خطا ہوتی نہ تھی اُن کی معاف
کام سے مہلت کبھی ملتی نہ تھی اُنکے تئیں
حسن خدمت پر اضافہ یا صلہ تو درکنار
ذکر کیا سے نکلے جو چھوٹے مونہہ سے اُسکے آفریں
پاتے تھے آقا کو وہ ہوتے تھے جب اُس سے دوچار
نتھنے پہولے مونہہ چڑہا۔ ماتھے پہ بل بر رو بہ چیں
تھی نہ جز تنخواہ نوکر کے لئے کوئی فتوح
آگے ہو جاتے تھے خائن جو کہ ہوتے تھے امیں
رہتا تہا اِک شرائط نامہ ہر نوکر کے پاس
فرض جسمیں نوکر اور آقا کے ہوتے تھے تعیں
گر رعایت کا کبھی ہوتا تہا کوئی خواستگار
زہر کے پیتا تہا گھونٹ اُسے بجائے انگبیں
حکم ہوتا تہا شرائط نامہ دکھلاؤ ہمیں
تاکہ یہ درخواست دیکھیں ہیں اُچی ہے یا نہیں
وھاں سوا تنخواہ کے تہا جسکا آقا ذمہ دار
تہیں کریں جتنی وہ ساری نوکروں کے ذمہ تہیں
دیکھکر کاغذ کو ہو جاتے تھے نوکر لاجواب
تھے مگر وہ سب کے سب آقا کے مار آستیں
ایک دن آقا تہا اِک مونہہ زور گھوڑے پر سوار
تہک گئے جب زور کرتے کرتے دست نازنیں
دفعۃً قابو سے باہر ہو کے بہاگا راہوار تو
اور گرا اسوار صدر زیں سے بالائے زمیں
کی بہت کوشش نہ چھوٹی پاؤں سے لیکن رکاب
کی نظر سائیس کی جانب۔ کہ ہو آکر معیں
تہا مگر سائیس ایسا سنگدل اور بےوفا
دیکھتا تہا اور ٹس سے مس۔ نہ ہوتا تہا لعیں
دور ہی سے تہا اُسے کاغذ دکہا کر کہہ رہا
دیکھ لو سرکار اس میں شرط یہ لکھی نہیں

فقط تمام شد